استعمالِ حق کی تحدید میں فقہاء کی آراء

(Limitations on the Exercise of Right from the View-Point of Muslim Jurists)

محی الدین ہاشمی *

Abstract

The concept of ownership in Islamic world-view is not absolute in nature as considered by Secular Capitalist Theory but, instead, the private ownership in Islam is simultaneously a social responsibility as well. It is a widely accepted legal maxim of Islamic Law that if a specific benefit of a person contradicts with general benefit of the society, then the later will be preferred. Moreover, when the personal benefits from one's owned belongings cause severe harm to others, certain restrictions would be imposed on utilizing one's own rights. Although majority of early Muslim Jurists including *A ╒ n┐ f* were against imposing such limitations/restrictions on the owner considering these against the spirit of ownership which naturally includes the right of its uncontrolled usage. Accordingly, no court of law had the right to impose such restrictions upon the owner. Somehow, this point of view was not accepted by the later jurists in totality and they suggested several limitations on exercise of one's right to safeguard neighbors and other fellow citizens from being victim of an uncontrolled ownership. Several examples have been mentioned in the present article with elaboration of juristic differences on the issue.

اسلام میں انفرادی ملکیت ایک فرد کی مخصوص اور بے قید ملکیت نہیں ہے جیسا کہ لادینی سرمایہ دارانہ معاشروں میں اس کا تصوّر پایا جاتا ہے بلکہ شریعتِ اسلامیہ کی رو سے انفرادی ملکیت ایک اجتماعی ذمہ داری بھی ہے جسے صاحبِ مال شرعی مقاصد کے تحت ادا کرنے کا مکلف ہے۔

شاطبی کے بقول شریعت کے تمام تر احکام انسانوں کی مصلحت کے لیے دیے گئے ہیں، حتیٰ کہ عبادات بھی، کیوں کہ اللہ تعالیٰ ہر شے سے بے نیاز ہیں۔ شریعت نے جن مصالح کی رعایت رکھی ہے ان میں سے کچھ فرد کے فائدے کے لیے ہیں اور کچھ

* اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ فکرِ اسلامی، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد

معاشرے کے فائدے کے لیے۔ فقہاء نے معاشرے کے حق کو اس کی تعظیم اور اہمیت کے طور پر حق اللہ (اللہ کا حق) کا نام دیا ہے۔ فرد کا حق بھی درحقیقت معاشرے کے حق کی طرح، اللہ تعالیٰ کی طرف ہی لوٹتا ہے، کیوں کہ یہ اسی کا عطا کردہ ہے۔[1]

معاشرے کے حق کے فرد کے حق پر مقدّم ہونے کے باعث فقہاء کے ہاں ایسی صورت میں جب فرد کی مخصوص مصلحت سوسائٹی کی عمومی مصلحت سے متعارض ہو جائے تو مصلحتِ عامہ کو تقدّم حاصل ہو گا۔ فقہی قاعدہ "يُتَحَمَّل الضَّرَرُ الخَاصُّ لِدَفْعِ الضَّرَرِ الْعَامِّ"[2] (عام ضرر کو دفع کرنے کے لیے خاص ضرر کو برداشت کیا جائے گا) کے تحت فقہاء نے اس کی تفصیلات ذکر کی ہیں۔[3] استعمالِ حق کی تحدید کے حوالے سے فقہاءِ کرام کی آراء کا خلاصہ حسبِ ذیل ہے:

حقِ ملکیت کی تحدید میں امام احناف کی رائے

احناف کے بقول حدیث "لاَ ضَرَرَ وَلاَ ضِرَارَ"[4] مالک کو بطورِ ضرر تصرّف سے روکنے کے لیے قطعی نص کا درجہ نہیں رکھتی۔ اس حدیث میں یہ احتمال بھی ہے کہ اس کا مطلب یہ ہو کہ مالک کو اپنی ملکیت میں تصرّف سے روک کر اسے نقصان نہ پہنچایا جائے۔ اسی لیے امام ابو حنیفہ اور متقدمین احناف عدالت کے ذریعے حقِ ملکیت پر پابندی کے قائل نہیں کیوں کہ ان کی رائے میں ملکیت کا مفہوم ہی یہ ہے کہ تصرّف کی آزادی ہو، پس اس آزادی کو مقیّد کرنا اصل ملکیت کا حق ختم کرنے کے مترادف ہے۔ آپ کی رائے میں مالک کو نقصان پہنچا کر دوسرے شخص کے نقصان کا ازالہ درست نہیں کیوں کہ مالک کو تصرّف سے روکنے کا ضرر زیادہ شدید ہے، اس لیے کہ مالک کا اپنی ملکیت میں تصرّف کی آزادی کا دارومدار حق ملکیت پر ہے اور اسے یہ حق راجح مصلحت کی بنا پر دیا گیا ہے۔ اس کی آزادئ تصرّف کو ختم کرنا دراصل اس کو کسی جائز وجہ کے بغیر نقصان پہنچانا ہے، جو درست نہیں۔

امام ابو حنیفہ اور متقدّمین احناف کے نزدیک اصولاً مالک کو اس کی ملکیت میں تصرّف کے حق سے نہیں روکا جا سکتا، خواہ اس کی وجہ سے کسی دوسرے کو نقصان ہو۔ مالک کو یہ حق ہے کہ وہ کسی قید اور شرط کے بغیر اپنی مملوکہ عمارت میں جس قدر چاہے کھڑکیاں کھول لے، اپنی زمین میں جہاں چاہے کنواں کھود لے، اگر پڑوسی کی دیوار سے متصل کنواں کھودنے کے باعث وہ گر جائے تو اس پر تاوان واجب نہیں ہو گا کیوں کہ جب تک مالک اپنی ملکیت میں تصرّف کر رہا ہے اسے زیادتی کا مرتکب قرار نہیں دیا جائے گا، اور نہ ہی زیادتی کے ارتکاب کے بغیر تاوان واجب ہوتا ہے۔ چنانچہ جب تک مالک اپنی ملکیت کی حدود سے تجاوز نہ کرے، اسے اپنی ملکیت میں تصرّف سے نہیں روکا جا سکتا البتہ اگر کسی دوسرے کا حقِ عینی اس کی ملکیت سے متعلق ہو جائے تو اس صورت میں حکم مختلف ہو گا مثلاً بالائی منزل میں رہنے والے کا نچلی منزل والے پر حق، حقِ عینی ہوتا ہے۔[5] کاسانی نے بدائع الصنائع میں اس نقطۂ نظر کو ان الفاظ سے تعبیر کیا ہے:

"ملکیت کا حکم یہ ہے کہ مالک کو اپنی مملوکہ شے میں اپنی مرضی سے تصرّف کا اختیار حاصل ہے اور کسی دوسرے کو یہ حق حاصل نہیں کہ وہ (اضطراری کیفیت کے علاوہ) مالک کو مجبور کرے یا اسے تصرّف سے روکے، خواہ اس کی وجہ سے دوسرے کو نقصان پہنچ رہا ہو۔ ہاں اگر کسی دوسرے کا حق اس سے متعلق ہو تو صاحبِ حق کی رضامندی کے بغیر مالک کو اس میں تصرّف سے روک دیا جائے گا۔"[6] کاسانی مزید وضاحت کرتے ہوئے کہتے ہیں:

"لِلْمَالِكِ أَنْ يَتَصَرَّفَ فِي مِلْكِهِ أَيَّ تَصَرُّفٍ شَاءَ سَوَاءٌ كان تَصَرُّفًا يَتَعَدَّى ضَرَرُهُ إلَى غَيْرِهِ أو لَا يَتَعَدَّى فَلَهُ أَنْ يَبْنِيَ فِي مِلْكِهِ مِرْحَاضًا أو حَمَّامًا أو رَحًى أو تَنُّورًا وَلَهُ أَنْ يُقْعِدَ فِي بِنَائِهِ حَدَّادًا أو قَصَّارًا وَلَهُ أَنْ يَحْفِرَ فِي مِلْكِهِ بِئْرًا أو بَالُوعَةً أو دِيمَاسًا وَإِنْ كان يُهِنُّ من ذلك الْبِنَاءِ وَيَتَأَذَّى بِهِ جَارُهُ وَلَيْسَ لِجَارِهِ أَنْ يَمْنَعَهُ حتى لو طَلَب جَارُهُ تَحْوِيلَ ذلك لم يُجْبَرْ عليه لِأَنَّ الْمِلْكَ مُطْلَقٌ لِلتَّصَرُّفِ فِي الْأَصْلِ وَالْمَنْعُ منه لِعَارِضِ تَعَلُّقِ حَقِّ الْغَيْرِ فإذا لم يُوجَدْ التَّعَلُّقُ لَا يَمْنَعُ إلَّا أَنَّ الِامْتِنَاعَ عَمَّا يُؤْذِي الْجَارَ دِيَانَةً وَاجِبٌ لِلْحَدِيثِ قال عليه الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ الْمُؤْمِنُ من أَمِنَ جَارُهُ بَوَائِقَهُ وَلَوْ فَعَلَ شيئا من ذلك حتى وَهَنَ الْبِنَاءُ وَسَقَطَ حَائِطُ الْجَارِ لَا يَضْمَنُ لِأَنَّهُ لَا صُنْعَ منه فِي مِلْكِ الْغَيْرِ"[7]

(مالک اپنی ملکیت میں جو تصرّف چاہے کر سکتا ہے، خواہ اس تصرّف سے کسی دوسرے کو نقصان ہو یا نہ ہو۔ اسے اختیار ہے کہ اپنی ملکیت میں بیت الخلاء، غسل خانہ یا تنور بنائے، اسے اختیار ہے کہ اپنی عمارت میں کسی لوہار یا دھوبی کو بٹھا دے، اسے حق ہے کہ اپنی ملکیت میں کنواں، گندی نالی یا تہہ خانہ بنالے، خواہ اس کی وجہ سے عمارت کمزور ہو جائے یا پڑوسی کو تکلیف ہو۔ پڑوسی کو یہ حق نہیں کہ مالک کو منع کرے۔ اگر مالک کے اس عمل کی وجہ سے پڑوسی کی عمارت کمزور ہو جائے اور اس کی دیوار گر جائے تو مالک پر تاوان نہیں آئے گا، کیوں کہ مالک نے دوسرے کی ملکیت میں تصرّف نہیں کیا۔ (یعنی مالک زیادتی کا مرتکب ہوا نہ اس نے اپنے حق کی حدود سے تجاوز کیا).

فتاویٰ قاضی خان میں امام ابو حنیفہ کا قول منقول ہے:

"جو کوئی اپنی ملکیت میں تصرّف کرے اسے روکا نہ جائے گا خواہ اس کی وجہ سے پڑوسی کو نقصان ہو۔"[8]

استعمالِ حق سے دوسرے کو ضرر پہنچنے کی صورت میں امام ابو حنیفہ کے نزدیک دیانتاً[9] حقِ ملکیت پر پابندی عائد کی جا سکتی ہے۔ آپ کے نزدیک منشاءِ شریعت کے تحت مالک پر واجب ہے کہ وہ اپنی ملکیت کو دوسرے کے نقصان کا ذریعہ نہ بنائے، چنانچہ مالک کے لیے کسی دوسرے کے نقصان کا باعث بننا دیانتاً تو ممنوع ہے مگر قضاءً[10] ممنوع نہیں ہے۔ متاخرین فقہاءِ حنفیہ نے زمانے

کے تغیر کے ساتھ جب دینی جذبہ کمزور پڑتے دیکھا اور مصلحت کا تقاضا یہ ہوا کہ ملکیت کی بنا ء پر تصرّف کی آزادی کے حق کو عدالتی حکم کے ذریعے پابند کیا جائے تو انھوں نے مالک کو اپنی ملکیت میں ایسا تصرّف کرنے سے روک دیا جو پڑوسی کے لیے شدید نقصان کا باعث ہو۔ تبیین الحقائق کے مؤلف نے اس نقطۂ نظر کو ان الفاظ سے بیان کیا ہے:

"حق سے انتفاع کی شرط یہ ہے کہ اس سے نفع اٹھانا شرعی شرائط کے مطابق ہو اور کسی ایسے طریقے سے نہ ہو جس سے کسی دوسرے کا حق ضائع ہو تا ہو، کیوں کہ منافع کا استحقاق معاصی کے کاموں میں نہیں ہو تا۔"[11]

ایک دوسرے مقام پہ زیلعی لکھتے ہیں:

> "اگر کوئی شخص کسی حویلی میں مستقلاً روٹیاں پکانے کے لیے تنور لگا کر روٹیوں کی دکان کھول رہا ہو یا آٹا پیسنے کی چکی یا دھوبیوں کے لیے گھاٹ بنا رہا ہو تو یہ جائز نہیں، کیوں کہ ان کی وجہ سے پڑوسیوں کو ایسا کھلم کھلا نقصان ہو تا ہے جس سے بچنا ممکن نہیں۔ قیاس کا تقاضا یہ ہے کہ مالک پر پابندی جائز نہ ہو کیوں کہ وہ اپنی ملکیت میں تصرّف کر رہا ہے لیکن مصلحت کے تقاضے کے تحت قیاس کو چھوڑ کر استحسان پر عمل کیا جائے گا۔"[12]

ابن عابدین لکھتے ہیں:

> "مباح چیز سے فائدہ اٹھانا تب ہی جائز ہے جب اس سے کسی کو تکلیف نہ ہو۔ ایسے ہی عام گزرگاہ پر آرام کی غرض سے بیٹھنا یا وہاں کھڑے ہو کر معاملات طے کرنا وغیرہ، یہ تمام صورتیں تب ہی جائز ہیں جب ان کی وجہ سے کسی گزرنے والے کو کوئی تکلیف نہ ہو۔"[13]

نیز لکھتے ہیں:

> "ایسے ہی حالتِ اضطرار میں حرام چیز سے نفع حاصل کرنا بھی چند قیود کے ساتھ وابستہ ہے۔ اس امر پر تمام فقہاء کا اتفاق ہے کہ مضطر کے لیے حرام چیزوں سے صرف اتنی مقدار میں نفع اٹھانا جائز ہے جتنی سے آدمی کی ضرورت پوری ہو جائے اور وہ موت سے بچ سکے۔"[14]

احناف، حنابلہ اور امام شافعی کے ایک قول کی رو سے مضطر کے لیے حرام اشیاء سے اس سے زیادہ نفع اٹھانا جائز نہیں کہ وہ ہلاکت سے بچ جائے اور اس کی سانس چلتی رہے۔ اسے مکمل سیر ہونے تک نہیں کھانا چاہیئے اور نہ حرام چیز کو اپنے ساتھ توشہ بنا کے لے جانا چاہیے کیوں کہ ضرورت کی رعایت ضرورت کی حد تک ہی کی جاتی ہے۔[15]

الکاسانی کہتے ہیں:

"جب نفع اٹھانا کسی قید یا شرط کے ساتھ مربوط نہ ہو تو نفع اٹھانے والے کو مناسب حد سے تجاوز نہیں کرنا چاہیئے کیوں کہ یہ مطلق عرف اور عادت کے ساتھ مقیّد ہوتا ہے اور عرف میں معروف ایسے ہی ہوتا ہے جیسے شرط میں مشروط ہو۔"[16]

حقِ ملکیت کی تحدید میں ائمہ ثلاثہ کی رائے

امام شافعی بھی مالک پر اس کی مملوکہ اشیاء میں تصرّف پر پابندی عائد کرنے کو درست نہیں سمجھتے، خواہ اس کے باعث کسی دوسرے کو نقصان ہو یا خود مالک کو نقصان ہو۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ امام شافعی کی رائے میں حق مطلق شے ہے جس پر پابندی لگانا درست نہیں۔ البتہ اگر مالک اپنے حق کے استعمال میں دوسرے کو نقصان پہنچانے کا ارادہ کرے تو اِس بدنیّتی کا اُسے گناہ ہو گا۔

امام مالک اور امام احمد حق ملکیت کے استعمال کا دائرہ کار متعین کرنے کے لیے حدیث "لاَضَرَرَ وَلاَضِرَارَ"[17] سے استدلال کرتے ہیں۔ دونوں ائمہ نے حدیث مذکور کو تمام حقوق پر بالعموم اور حقِ ملکیت پر بالخصوص پابندی عائد کرنے کے لیے اصل قرار دیا ہے۔

امام مالک اس حدیث پر عمل کرتے ہوئے حق کے استعمال میں یہ شرط عائد کرتے ہیں کہ اس کی وجہ سے کسی دوسرے کو نقصان نہ ہو۔ ابن القیّم لکھتے ہیں کہ امام مالک نے ایسی جگہ کنواں کھودنے سے منع کیا ہے جس کی وجہ سے پڑوسی کے کنوئیں کو نقصان پہنچے۔ خواہ دوسرا کنواں کھودنے والے نے اپنی مملوکہ زمین کے وسط میں کنواں کھودا ہو یا کسی دوسری جگہ۔[18]

المدونۃ الکبریٰ میں ہے:

"اگر کسی نے اپنے پڑوسی کے کنوئیں سے فاصلے پر کنواں کھودا، جس سے پہلے کنوئیں کا پانی خشک ہو گیا اور یہ معلوم ہو گیا کہ اس کا سبب دوسرا کنواں ہی ہے تو پڑوسی کو اس کا حق ہے کہ وہ دوسرا کنواں کھودنے سے روک دے اور کھدے ہوئے کنوئیں کو بند کروادے۔"[19]

ابن القیّم لکھتے ہیں:

"ایسے ہی اگر کسی شخص نے اپنی بلند و بالا عمارت میں اس طرح دروازہ یا دریچہ کھول لیا جس سے پڑوسی کے گھر اور خاندان پر نظر پڑتی ہو تو اسے روک دیا جائے گا۔"[20]

حنابلہ اور مالکیہ کے علماءِ اصول اور ان کے فقہاء نے بڑی تفصیل سے نقصان کی وہ صورتیں بیان کی ہیں جو حق کے استعمال سے پیدا ہوتی ہیں اور حدیث "لاَضَرَرَوَلاَضِرَارَ"[21] کو مختلف صورتوں پر منطبق کرتے ہوئے جزوی احکام کی تفصیلات بیان کی ہیں۔[22] چند مثالیں حسبِ ذیل ہیں:

اپنی ملکیت میں معمول کے مطابق تصرّف کرنے کی صورت میں، جب کہ مالک اپنی کسی مصلحت کے پیشِ نظر تصرّف کر رہا ہو مگر اس کے نتیجے میں دوسرے کو نقصان پہنچ رہا ہو تو مالک کو اس سے منع کر دیا جائے گا۔ یہ امام احمد کا قول ہے۔ بعض صورتوں میں مالکیہ نے بھی حنابلہ سے اتفاق کیا ہے۔[23]

أ. اگر کوئی شخص اپنے پڑوسی کے کنوئیں کے قریب اپنی زمین میں کنواں کھودے جس کی وجہ سے پہلے کنوئیں کا پانی ختم ہو جائے تو امام احمد اور امام مالک کے ظاہر مذہب کے مطابق دوسرے شخص کا کنواں بند کرا دیا جائے گا۔ اس صورت کی دوسری مثال یہ ہے کہ پڑوسی اپنی بلند و بالا عمارت میں ایسا دریچہ کھول لے جس سے پڑوسی کے گھر میں جھانکا جا سکے یا بلند عمارت تعمیر کر لے جس سے پڑوسی کے گھر کی بے پردگی ہوتی ہو تو امام احمد کی تصریح کے مطابق اسے پابند کیا جائے گا کہ وہ پڑوسی کے پردے کا خیال رکھے۔[24] بلند عمارت بنا کر سورج اور چاند کی روشنی آنے سے روکنے کے بارے میں بھی یہی حکم ہے۔

ب. اگر کسی شخص کی کوئی مملوکہ شے کسی دوسرے کی زمین میں ہو اور مالک کے اپنی مملوک شے کے پاس آنے جانے کے باعث زمین کے مالک کو نقصان پہنچتا ہو تو اس شے کے مالک کو مجبور کیا جائے گا کہ وہ اپنی شے وہاں سے منتقل کر لے تاکہ اس کی آمد و رفت سے زمین کے مالک کو تکلیف نہ ہو۔ رسول اللہ ﷺ نے حضرت سمرہ بن جندب کے ایک انصاری کے ساتھ جھگڑے میں جو فیصلہ فرمایا تھا اس پر عمل کا تقاضا یہی ہے۔[25] امام احمد کی ایک روایت یہ ہے کہ اگر ایسی صورتِ حال میں ضرر واقع ہو تو مالک کو تصرّف سے رکنے کا کہا جائے گا۔ اگر وہ مان لے تو فبہا ورنہ اسے ریاستی اہل کار کے ذریعے مجبور کیا جائے۔[26]

ج. اگر کوئی شخص کسی دوسرے کے گھر میں رہائش رکھنے کے لیے مجبور (مضطر) ہو جائے اور اس کے سوا کوئی اور جگہ نہ ہو یا کسی کی ملکیتی جگہ پر اترنے کے لیے مجبور ہو یا سردی سے بچنے کے لیے کسی دوسرے کا کپڑا استعمال کرنے پر یا کسی کی چکی پر آٹا پیسنے پر یا پانی نکالنے کے لیے کسی دوسرے کے ڈول استعمال کرنے پر یا ہنڈیا، کلہاڑی وغیرہ لینے پر مجبور ہو تو ان اشیاء کے مالک کا فرض ہے کہ کسی نزاع کے بغیر اپنی چیز اسے دے دے۔ ایسی صورت حال میں اِن اشیاء کی اجرت لی جا سکتی ہے یا نہیں؟ اس حوالے سے حنابلہ کے دو نقطہ ہائے نظر ہیں۔[27]

امام ابنِ تیمیہ کہتے ہیں:

"صحیح رائے یہ ہے کہ مذکورہ اشیاء بلا معاوضہ دے دی جائیں۔"[28]

کتاب وسنّت سے یہی معلوم ہوتا ہے۔ ارشاد خداوندی ہے:

''فَوَيْلٌ لِّلْمُصَلِّينَO الَّذِينَ هُمْ عَن صَلَاتِهِمْ سَاهُونَO الَّذِينَ هُمْ يُرَاؤُونَOوَيَمْنَعُونَ الْمَاعُونَO''[29]

(پس خرابی ہے ان نمازیوں کے لیے جو اپنی نماز [کی روح] سے بے خبر ہیں [یعنی انہیں محض حقوق اللہ یاد ہیں اور وہ حقوق العباد بھلا بیٹھے ہیں] وہ لوگ دکھلاوا کرتے ہیں اور وہ برتنے کی معمولی سی چیز بھی مانگنے پر نہیں دیتے۔)

جن فقہاء نے مذکورہ اشیاء کی اجرت لینا جائز بتایا ہے وہ بھی اجرتِ مثل (مارکیٹ ریٹ) سے زائد لینے کو حرام قرار دیتے ہیں۔ مالکیہ، شافعیّہ اور امام احمد کی ایک روایت کے مطابق مضطر حرام کا استعمال اس قدر کر سکتا ہے جس سے اس کی بھوک جاتی رہے۔ امام مالک اس بات کے بھی قائل ہیں کہ حالتِ اضطرار کے باقی رہنے کا خدشہ ہو تو حرام چیز کو اپنے ساتھ توشہ کے طور پہ بھی رکھا جا سکتا ہے جیسا کہ مالکیہ کی نصوص اس پر دال ہیں۔[30]

امام احمد کا مذہب یہ ہے کہ اگر مالک کو کوئی نقصان نہ ہو تو وہ پڑوسی کو اپنی ملکیت یا ملکیت سے متعلق منافع سے فائدہ اٹھانے سے نہیں روک سکتا، مثلاً پڑوسی کا دیوار پر شہتیر رکھنا وغیرہ۔ امام شافعی کا قدیم قول بھی یہی ہے۔ صحیحین میں مروی حضرت ابوہریرہ کی روایت پر عمل کا تقاضا یہی ہے، جس میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''لَا يَمْنَعْ أَحَدُكُمْ جَارَهُ أَنْ يَغْرِزَ خَشَبَةً فِي جِدَارِهِ''[31]

(تم میں سے کوئی اپنے پڑوسی کو اپنی دیوار پر لکڑی رکھنے سے نہ روکے۔)

ملکیت کی تحدید میں ظاہریہ اور جعفریہ کی رائے

ظاہریہ نے دوسرے کے نقصان کی صورت میں حقِ ملکیت پر پابندی عائد کرنے کے حوالے سے امام مالک کی رائے کی مخالفت کی ہے۔ المحلّی میں ہے:

"ہر شخص کو یہ حق ہے کہ وہ اپنی دیوار میں دریچہ یا دروازہ کھول لے یا اگر چاہے تو اسے گرا دے، خواہ وہ پڑوسی کی حویلی میں ہو، یا کھلی یا بند گلی بنالے۔ پڑوسی سے کہا جائے گا کہ وہ اپنی مملوکہ جگہ پر (چاہے تو) ایسی عمارت

تعمیر کرلے جس سے اس کا پردہ ہو جائے، البتہ کسی شخص کو دوسرے کے گھر میں جھانکای منع ہے۔ امام مالک کہتے ہیں، مذکورہ تمام امور ممنوع ہیں۔"[32]

ملکیت پر پابندی کے معاملے میں ابن حزم کی رائے امام ابو حنیفہ اور امام شافعی کی رائے کے قریب تر ہے۔ ابن حزم کے مطابق ہر حق دار اپنے حق کا زیادہ مستحق ہے۔[33] آپ حدیث "لاَ ضَرَرَ وَلاَ ضِرَارَ"[34] کی صحت کا انکار کرتے ہوئے اس روایت کا مفہوم درست قرار دیتے ہیں۔ آپ کی رائے میں اس سے بڑا ضرر کیا ہو سکتا ہے کہ دوسرے کے فائدے کی رعایت کرتے ہوئے آدمی کو اس کے اپنے مال سے تصرّف کرنے سے روک دیا جائے۔

چونکہ ظاہریہ نصوص کی عِلَل اور قیاس کے قائل نہیں چنانچہ وہ اجازت نہیں دیتے کہ کوئی اپنے پڑوسی کی ملکیت سے فائدہ اٹھائے البتہ جہاں نص نے اجازت دی ہے وہاں اسے جائز سمجھتے ہیں، جیسے پڑوسی کی دیوار پر شہتیر رکھنے کی اجازت جو حدیث سے ثابت ہے۔

بعض جعفریہ کی رائے ہے کہ مالک کے اپنی ملکیت میں تصرّف کے عمومی اختیار کو ختم نہیں کیا جا سکتا۔ اس حوالے سے صرف ایک صورت مستثنیٰ ہے، وہ یہ کہ مالک کوئی ایسا تصرّف کرے جس کا اسے خود کوئی فائدہ نہ ہو بلکہ اس کا مقصد محض دوسرے کو نقصان پہنچانا ہو۔ اگر اپنی ملکیت کے استعمال میں مالک کا مقصد صحیح ہو تو اسے روکنا درست نہیں، خواہ اس کے باعث پڑوسی کسی بڑے نقصان سے دوچار ہو جائے کیونکہ پڑوسی کو نقصان سے بچانے کے لیے خود نقصان اٹھانا لازم نہیں۔[35]

مصالح کی بنیاد پر کی گئی تحدیدات

مختلف النوع مصالح کے پیشِ نظر فقہاء نے استعمالِ حقوق کے حوالے سے کچھ تحدیدات (Limitations) مقرر کی ہیں جن میں سے چند اہم کا ذکر درج ذیل ہے:

1. تحدید نفع بوجہ مصلحت:

اسلامی فقہ کونسل[36] نے تاجروں کے منافع کا تعین کرنے سے متعلقہ امور پر درجِ ذیل قرار دادیں منظور کیں:

- نصوص اور شرعی قواعد کی اصل یہ ہے کہ لوگوں کو خرید و فروخت اور اپنی املاک اور اموال میں تصرّف کے لیے آزاد چھوڑ دیا جائے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

"يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ إِلَّا أَنْ تَكُونَ تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ مِنْكُمْ وَلَا تَقْتُلُوا أَنْفُسَكُمْ إِنَّ اللَّهَ كَانَ بِكُمْ رَحِيمًا"[37]

(مومنو! ایک دوسرے کا مال ناحق نہ کھاؤہاں اگر آپس کی رضامندی سے تجارت کا لین دین ہو [اور اس سے مالی فائدہ حاصل ہو جائے تو وہ جائز ہے] اور اپنے آپ کو ہلاک نہ کرو کچھ شک نہیں کہ خدا تم پر مہربان ہے)

- نفع کی کسی خاص شرح کی کوئی حد مقرر نہیں ہے جس کے مطابق تاجروں کو پابند کیا جائے۔ بلکہ یہ عام طور پر تجارت، تاجروں اور مالِ تجارت کے حالات پر منحصر ہے، تاہم اس میں اسلامی آداب کی رعایت ملحوظ رکھی جائے گی جن کا شریعتِ اسلامی تقاضا کرتی ہے جیسے نرمی، قناعت، رواداری اور آسانی وغیرہ۔

- شریعتِ اسلامی میں ایسی کئی نصوص موجود ہیں جن میں مالی معاملات کو اسبابِ حرام اور اس سے مشابہ امور سے بچانے کا حکم دیا گیا ہے، جیسے دھوکا دہی، ملاوٹ، معاملات کو مخفی رکھنا اور ایسی ذخیرہ اندوزی جس سے ہر عام و خاص کو ضرر پہنچے۔

- حاکمِ وقت اشیاء کی قیمتیں مقرر کرنے کے معاملے میں اس وقت تک مداخلت نہیں کر سکتا جب تک مارکیٹ کی قیمتوں میں مصنوعی اور خود ساختہ عوامل کی وجہ سے واضح خلل نہ واقع ہو۔ اگر ایسی صورتِ حال بن جائے تب ضروری ہے کہ حاکمِ وقت عادلانہ طور پر مداخلت کرتے ہوئے ایسے اقدامات کرے تاکہ معاملاتِ تجارت میں عدمِ توازن، گرانفروشی کے ظلم اور دھوکا دہی کے عوامل اور اسباب کا خاتمہ ہو۔ غرض قرآن وسنّت کی نصوص میں کہیں یہ موجود نہیں کہ منافع کے لیے کوئی حد یا مخصوص شرح مقرر ہو، اسے مسلمان کے ضمیر اور وہاں کے عرف پر چھوڑ دیا گیا جو عدل واحسان کی رعایت اور ضرر اور ضرار سے وابستہ ہے۔[38]

2. مصلحتِ عامہ کی وجہ سے استعمالِ ملک کی تحدید

بعض حالات میں مصلحتِ عامہ کے پیشِ نظر استعمالِ ملک پر پابندی عائد کی جاسکتی ہے جس کی چند مثالیں حسبِ ذیل ہیں:

- مالداروں کے لیے ایسے حالات میں مال کی ادائیگی لازم ہے جب حکومت کے پاس محتاجوں اور معذور افراد کی کفالت کے لیے رقم کافی نہ ہو۔

- جب بیت المال خالی ہو جائے یا بیت المال میں موجود مال اسلامی مملکت کے دفاع کے لیے ناکافی ہو اور زائد مال کی ضرورت ہو تو منفعتِ عامہ کے تحت صاحبِ استطاعت لوگوں سے مال لیا جائے گا۔

- ذخیرہ اندوزی کی روک تھام اور ذخیرہ اندوزوں کو اس بات پر مجبور کرنا کہ وہ لوگوں کی ضرورت کا مال مارکیٹ میں لاکر بیچیں، نیز بوقتِ ضرورت قیمتوں کا تعین کرنا۔

- قرض خواہوں کے فائدے کے لیے مقروض کے مال کی زبردستی بیع کرنا۔
- مصلحتِ عامہ کے لیے انفرادی ملکیت کا خاتمہ[39]

3. تحدید مہر بوجہ مصلحت

معاہدۂ نکاح میں مہر کی مقدار کے حوالے سے فقہاء نے جو مباحث ذکر کیے ہیں ان سے معلوم ہوتا ہے کہ مقدارِ مہر کی تعیین میں اسراف سے بچنا ضروری ہے۔ فقہی نقطۂ نظر سے مہر، مقرر کرنے یا معاہدۂ نکاح سے واجب ہوتا ہے اور اس کی مقدار متعین نہ ہونے کی صورت میں مہرِ مثل[40] واجب ہوگا۔[41] حنابلہ اور شافعیہ نے مہر کی کوئی حد مقرر نہیں کی جب کہ حنفیہ نے اس کی کم از کم حد دس درہم مقرر کی ہے۔ مالکیہ کے مشہور قول کے مطابق کم از کم مہر چوتھائی شرعی دینار ہے یا خالص چاندی کے تین درہم۔[42] اور زیادہ سے زیادہ مہر کی کوئی حد مقرر نہیں ہے کیونکہ قرآن میں اس کے لیے "قنطار" کا لفظ آیا ہے[43] جس کا اطلاق مالِ کثیر پر ہوتا ہے چنانچہ کثیر مقدارِ مہر کے جواز پر فقہاء کا اتفاق ہے۔[44]

حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ مجھے نہیں یاد کہ نبی ﷺ نے اپنی ازواج یا بیٹیوں میں سے کسی کا نکاح 12 اوقیہ[45] سے زیادہ پر کیا ہو۔[46] حضرت انسؓ فرماتے ہیں ہیں کہ نبی ﷺ نے صفیہؓ بنت حیی کو آزاد کیا اور اُن کی آزادی ہی اُن کا مہر تھا۔[47] ابوداؤد کی ایک روایت میں حضرت جابر بن عبد اللہ کہتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

"کسی نے ایک ہتھیلی ستو یا کھجور کے مہر کے عوض نکاح کیا تو اس کے لیے حلال ہو گیا۔"[48]

ترمذی کی روایت کے مطابق بنی فزارہ قبیلے کی ایک عورت کا ایک جوڑا جوتوں کے عوض نکاح ہوا، تو نبی ﷺ نے اس عورت سے پوچھا کیا تم اس مہر پر راضی ہو تو اس نے کہا ہاں میں راضی ہوں تو آپ ﷺ نے اسے اجازت دے دی۔[49]

قرآن وسنّت میں کہیں بھی مہر کی مقدار مقرر کرنے سے متعلق کوئی دلیل نہیں ملتی۔ قرآنی دلائل میں مہر کثیر کے جواز کی دلیل ملتی ہے۔ سنّت کے دلائل بھی مہر کی مقدار کے قلیل و کثیر ہونے سے متعلق عام ہیں۔ قرطبی فرماتے ہیں کہ مہر کی کثیر مقدار معین نہ ہونے پر علماء کا اجماع ہے۔[50]

قرآن میں مہر کی کثیر مقدار مقرر کرنے کے جواز پر دلیل یہ ہے:

''وَإِنْ أَرَدْتُمُ اسْتِبْدَالَ زَوْجٍ مَكَانَ زَوْجٍ وَآتَيْتُمْ إِحْدَاهُنَّ قِنْطَارًا فَلَا تَأْخُذُوا مِنْهُ شَيْئًا أَتَأْخُذُونَهُ بُهْتَانًا وَإِثْمًا مُبِينًا''[51]

(اور اگر تم ایک عورت کو چھوڑ کر دوسری عورت کرنا چاہو، اور پہلی عورت کو بہت سال مال دے چکے ہو تو اس میں سے کچھ مت لینا۔ بھلا تم ناجائز طور پر اور صریح ظلم سے اپنا مال اس سے واپس لے لوگے ؟)

ابنِ کثیر اور قرطبی اس آیت کی تفسیر میں کہتے ہیں کہ یہ آیت زیادہ مقدار میں مہر مقرر کرنے کے جواز پر دال ہے۔ [52] کیوں کہ اللہ تعالیٰ مباح کے علاوہ کسی اور چیز کی مثال نہیں بیان کرتے، [53] قرطبی کہتے ہیں کہ حضرت عمر نے اپنے ایک خطبے میں فرمایا:

''أَلا لاَ تُغَالُوافِي صَدَقَات النِّسَاءِ، فَإِنَّهَالَوْكَانَتْ مَكْرُمَةً فِي الدُّنْيا،أَوْتَقْوَى عِنْدَاللَّهِ، كَانَ أَوْلاكُمْ بِهَا نَبِيُّكُمْ صلى الله عليه وسلم،مَازِيدَتِ امْرَأَةٌمِنْ نِسَائِهِ وَلابَنَاتِهِ عَلَى اثْنَتَي عَشَرَةَأُوقِيَّةً'' [54]

(عورتوں کے مہر بہت زیادہ نہ مقرر کیا کرو، اگر یہ دنیا میں کوئی قابل عزت بات ہوتی یا اللہ تعالیٰ کے ہاں تقویٰ کی بات ہوتی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم ضرور اسے اختیار کرتے حالانکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیویوں اور بیٹیوں کے مہر بارہ اوقیہ سے زیادہ مقرر نہیں کیئے۔)

اس موقع پر ایک عورت کھڑی ہوئی اور کہنے لگی "جب اللہ تعالیٰ ہمیں دے رہا ہے تو آپ ہمیں محروم کرنے والے کون ہوتے ہیں؟" اور مذکورہ آیت تلاوت کی۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ "عورت نے ٹھیک کہا اور عمر نے غلطی کی ہے۔" [55]

قرآنِ حکیم میں مذکور لفظ "قنطار" کا اطلاق اگرچہ مالِ کثیر پر ہوتا ہے تاہم فقہاء نے اسے عرف وعادت کے تناظر میں دیکھا ہے اور اصولی طور پر مہر کے تعین میں اسراف اور بہت زیادہ مہر مقرر کرنے سے روکا ہے اور اسے مکروہ ٹھہرایا ہے۔ ان کا مُستدَلّ حدیثِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے جو حضرت عائشہؓ سے مروی ہے:

"عورتوں میں برکت کے اعتبار سے بہترین وہ ہیں جن کا مہر آسان (مناسب) ہو۔" [56]

مہر کی مقدار یا اس کے زیادہ یا کم ہونے کا معیار دراصل عرف وعادت ہے جو مختلف مواقع اور مختلف مالی حیثیت والے افراد کے حوالے سے بدلتا رہتا ہے۔

فقہاء نے مہر میں اسراف کی کراہیت پر استدلال کرتے ہوئے کہا ہے کہ جب کوئی شخص بہت زیادہ مہر رکھ لیتا ہے جس کی ادائیگی اس کی طاقت سے باہر ہوتی ہے تو اس طرح اس کے دل میں اپنی بیوی کے متعلق عداوت پیدا ہو جاتی ہے جو دنیوی واخروی ضرر کا باعث بنتی ہے۔ [57]

مہر کی زیادہ سے زیادہ مقدار کی تحدید کے مثبت پہلو حسبِ ذیل ہیں:

1. شادی کا عمل جو معاشرتی اور خاندانی مصالح کی حفاظت کرتا ہے، مہر کی مناسب مقدار کے تعیّن سے اس کی انجام دہی آسان ہو جاتی ہے۔

2. نسلِ انسانی کی حفاظت کا شرعی تقاضوں کے مطابق اہتمام ہوتا ہے۔

3. شرمگاہوں اور نظروں کی حفاظت ہوتی ہے۔

4. تعدّد ازدواج کے حق کی تحدید

ایک سے زیادہ بیویاں رکھنا شرعی طور پر ثابت ہے البتہ بعض لوگ زیادتی کرتے ہوئے ایسے فعل کا ارتکاب کرتے ہیں جو مشروع نہیں یعنی بیویوں کے مابین عدل نہ کرسکنے کے باوجود مزید شادی کرنا۔ فقہاء نے تصریح کی ہے کہ جب یہ بات لوگوں میں عام ہو جائے کہ ان کے دلوں میں اپنے آپ کو امورِ دین پر قائم رکھنے کا جذبہ معدوم ہو جائے تو عدالت مداخلت کرتے ہوئے ہر اس آدمی کو ایک سے زیادہ نکاح کرنے سے روکنے کی مجاز ہوگی جس کی مالی حالت کے بارے میں دلائل سے معلوم ہو چکا ہو کہ وہ دوسری بیوی کا خرچ پورا نہ کرسکے گا یا دونوں میں عدل قائم نہ رکھ سکے گا۔[58]

5. حق آزادیٔ رائے کی تحدید

اظہارِ رائے کی آزادی قرآنی نصوص، سنتِ نبوی اور خلفاء راشدین کے آثار سے ثابت ہے، نیز مفکرینِ اسلام کی بھی اس حوالے سے دو آراء نہیں ہیں تاہم اس حق کو سوءِ استعمال سے محفوظ رکھنے کے لیے شریعت نے کچھ قواعد وضوابط اور حدود مقرر کی ہیں جن کا جاننا ضروری ہے۔ نیز انسان پر لازم ہے کہ وہ آزادیٔ رائے کو اللہ، اس کے رسول اور مومنوں کی خیر خواہی کے لیے استعمال کرے جیسا کہ حدیثِ نبوی میں اس کی طرف اشارہ ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

''الدِّينُالنَّصِيحَـةُ قُلْنَالِمَنْ قَالَ لِلَّهِ وَلِكِتَابِهِ وَلِرَسُولِهِ وَلِأَئِمَّـةِالْمُسْلِمِين وَعَامَّتِهِمْ''[59]

(دین خیر خواہی کا نام ہے، صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ کس کے لیے خیر خواہی؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ، اس کے رسول، مسلمانوں کے سربراہوں اور عام مسلمانوں کی خیر خواہی۔)

نیز آدمی پر واجب ہے کہ وہ اپنی رائے ظاہر کرنے میں اسلام کے اخلاق و آداب کو ملحوظ رکھے اور لوگوں کی عزتوں سے نہ کھیلے۔ کسی کو گالی دینا یا بلا مصلحتِ شرعی کسی کے نقائص نکالنا آزادیٔ رائے کے حق کے تحت نہیں آتا۔

آزادیٔ اظہارِ رائے کے حق کا استعمال کن صورتوں میں تعسّف کی شکل اختیار کرلیتا اور قابلِ گرفت بنتا ہے، اس کی توضیح مختصراً حسبِ ذیل ہے:

- اس سلسلے میں بنیادی تحدید یہ ہے کہ آزادیٔ اظہارِ رائے قرآن وسنت کی قطعی الدلالت نصوص سے معارض نہ ہو۔ ورنہ یہ معصیتِ الٰہی کا ذریعہ بننے کے باعث حق کا غلط استعمال ہو گا۔
- یہ آزادی امنِ عامہ اور نظامِ مملکت میں خلل انداز نہ ہو۔ مثال کے طور پر فرقہ وارانہ اشتعال انگیزی، مذہبی مسلّمات (بنیادی عقائد) کی تردید، ناموسِ رسالت کی عدمِ پاسداری، ملّتِ اسلامیہ کے اجماعی مسائل اور مملکتِ اسلامیہ کے شورائی دستور کی تضحیک جیسے افعال اختیار کرنا آزادیٔ اظہارِ رائے کے حق کا سوءِ استعمال کہلائے گا۔

آزادیٔ اظہارِ رائے معاشرتی اقدار کے خلاف اور دوسروں کے لیے موجبِ ضرر نہ ہو۔ مثال کے طور پر لوگوں کے مخفی امور اور رازوں کو ضرر رسانی کی خاطر افشاء کرنا، شرفاء کا تمسخر اڑانا اور ان کی تضحیک کرنا وغیرہ۔ یہ تمام امور اس حق کے بنیادی فلسفہ اور حکمت کے برخلاف ہیں اس لیے یہ تعسّف میں شامل ہوں گے اور ایسی صورتوں میں استعمالِ حق پر پابندی عائد کی جاسکتی ہے۔

حوالہ جات ومراجع

[1] الشاطبي، إبراهيم بن موسى: الموافقات في أصول الفقه، 1/315-316

[2] لجنة مكونة من عدة علماء وفقهاء في الخلافة العثمانية: مجلة الاحكام العدلية، المادة (26)

[3] الشاطبي، إبراهيم بن موسى: الموافقات في أصول الفقه، 2/362-378

[4] الطبراني، ابوالقاسم، سليمان بن احمد: المعجم الكبير، حديث نمبر 11641، 9/498

[5] ابوزهرة: ابوحنيفه، 410

[6] الكاساني، أبو بكر بن مسعود: بدائع الصنائع في ترتيب الشرائع، 6/263-264؛

السّرخسي، محمّد بن أبي سهل: المبسوط، 15/21

[7] الكاساني، أبو بكر بن مسعود: بدائع الصنائع في ترتيب الشرائع، 6/264

[8] فتاویٰ قاضي خان (حاشيہ فتاویٰ هنديہ) 2/256

[9] دیانتاً (اللہ کے ہاں نہ کہ عدالتی و قانونی لحاظ سے)

[10] قضاءً (قانونی وعدالتی اعتبار سے)

[11] الزيلعي، عثمان بن علي: تبيين الحقائق شرح كنز الدقائق، 5/125؛

ابن شهاب الدين، محمد بن أحمد بن الرملي: نهاية المحتاج إلى شرح المنهاج،5/354،267،119؛

أحمد الصاوي: بلغة السالک لأقرب المسالک،3/572؛

ابن قدامة، عبداللّٰہ بن أحمد، المقدسي: المغني،5/359،6/129

[12] الزيلعي، عثمان بن علي: تبيين الحقائق شرح كنز الدقائق،4/196

[13] ابن عابدين، محمد امين: حاشية رد المحتار على الدر المختار،5/282؛

ابن شهاب الدين، محمد بن أحمد بن الرملي: نهاية المحتاج إلى شرح المنهاج،5/339

[14] ابن عابدين، محمد امين: حاشية رد المحتار على الدر المختار،5/215؛

القليوبي، الحجازي: رسالة،4/263؛

ابن قدامة، عبداللّٰہ بن أحمد، المقدسي: المغني،11/73

[15] ابن شهاب الدين، محمد بن أحمد بن الرملي: نهاية المحتاج إلى شرح المنهاج،8/152؛

ابن قدامة، عبداللّٰہ بن أحمد، المقدسي: المغني،11/73

[16] الكاساني، أبو بكر بن مسعود: بدائع الصنائع في ترتيب الشرائع،4/216؛

ابن شهاب الدين، محمد بن أحمد بن الرملي: نهاية المحتاج إلى شرح المنهاج،5/283؛

ابن قدامة، عبداللّٰہ بن أحمد، المقدسي: المغني،5/359

[17] الطبراني، ابو القاسم سليمان بن احمد: المعجم الكبير، حديث نمبر11641،9/498

[18] ابن القيم، محمد بن أبي بكر، الجوزية: الطرق الحكمية في السياسة الشرعية،360

[19] مالک بن أنس، الامام: المدونة الكبرى،15/197

[20] ابن القيم، محمد بن أبي بكر، الجوزية: الطرق الحكمية في السياسة الشرعية،360

[21] الطبراني، ابو القاسم، سليمان بن احمد: المعجم الكبير، حديث نمبر11641،9/498

[22] ابن رجب، عبد الرحمن بن أحمد، الحنبلي: جامع العلوم والحكم في شرح خمسين حديثا من جوامع الكلم،267

[23] ابن رجب، عبد الرحمن بن أحمد، الحنبلي: جامع العلوم والحكم،269

[24] ابن رجب، عبد الرحمن بن أحمد، الحنبلي: جامع العلوم والحكم،269

[25] ابن القيم، محمد بن أبي بكر، الجوزية: الطرق الحكمية في السياسة الشرعية،310

[26] ابن رجب، عبد الرحمن بن أحمد، الحنبلي: جامع العلوم والحكم،270

[27]ابن القيم، محمد بن أبي بكر، الجوزية: الطرق الحكمية في السياسة الشرعية، 305

[28]ابن القيم، محمد بن أبي بكر، الجوزية: الطرق الحكمية في السياسة الشرعية، 305

[29]الماعون(107): 4-7

[30]ابن عابدين، محمد امين: حاشية رد المحتار على الدر المختار، 5/215؛

القليوبي، الحجازي: رسالة، 4/263؛

ابن قدامة، عبد اللہ بن أحمد، المقدسي: المغني، 11/73

[31]مسلم بن الحجاج بن مسلم القشيري: صحيح مسلم، حديث نمبر: 3019، 8/322، باب الدَّلِيلِ عَلَى أَنَّ مَنْ مَاتَ عَلَى التَّوْحِيدِ دَخَلَ الْجَنَّةَ قَطْعًا

[32]ابن حزم، علي بن أحمد، الظاهري: المحلّى، 8/241، مسئلة 1355

[33]ابن حزم، علي بن أحمد، الظاهري: المحلّى، 8/241، مسئلة 1355

[34]الطبراني، ابو القاسم، سليمان بن احمد: المعجم الكبير، حديث نمبر 11641، 9/498

[35]الخوانساري، موسى، النجفي: منية الطالب في حاشية المكاسب، 224

[36]اسلامی فقہ کونسل، کویت کی پانچویں کانفرنس منعقدہ، جمادی الأول 1409 بمطابق دسمبر 1988 کی قراردادیں۔

[37]النساء(4): 29

[38]دیکھئے: عبد الله، محمد عبد الله، الدكتور: مقالة "انتزاع الملكية للمصلحة العامة" مجلة مجمع الفقه الإسلامي (التابع لمنظمة المؤتمر الإسلامي) 2/6952-6957

[39]سڑکوں کی توسیع، نہر کی تعمیر یا ریل کی پٹڑی بچھانا وغیرہ امور جن میں مفادِ عامہ ہوتا ہے، کے لیے لوگوں کی زمین کو سرکاری تحویل میں لے لینا۔ ایسی صورت میں کسی کی ملک سے تب تک وہ چیز نہیں لی جا سکتی جب تک اسے تجربہ کار اور عادل افراد کی رائے کے مطابق پوری قیمت ادا نہ کر دی جائے۔ اگرچہ عوامی مفاد ذاتی وانفرادی مفاد پر مقدم ہوتا ہے لیکن اس سلسلے میں ناانصافی نہیں ہونی چاہئے۔ حاشیہ ابی سعود میں زیلعی کا یہ قول نقل ہے کہ جب مسجد لوگوں کی ضرورت کی نسبت تنگ ہو جائے اور اس سے متصل کسی کی زمین ہو تو اسے قیمت دے کر جبراً خرید اجائے گا، کیوں کہ جب مسجد الحرام تنگ ہونے لگی تھی تو صحابہؓ نے اس سے متصل زمین زبردستی لے کر مسجد میں شامل کی تھی۔ یہ جائز اکراہ کی ایک صورت ہے۔ (أحمد إبراهيم بک: المعاملات الشرعية المالية، 73، 72)

[40]مہرِ مثل احناف کے ہاں کسی لڑکی کا ایسا مہر ہے جو معاہدہ کے وقت لڑکی کے والد کی قوم میں اسی عمر، حُسن، مال، شہر، عقل، دین، کنوارپن، شوہر دیدہ ہونے، عفت، ادب، اخلاق، عدمِ اولاد کی صفات والی لڑکی جیسا مہر، مہرِ مثل کہلاتا ہے۔ (سعدي أبو جيب: القاموس الفقهي لغة واصطلاحا، 1/341) دار الفكر، دمشق، الطبعة الثانية 1408/1988م

[41]ابن عابدين، محمد امين: حاشية رد المحتار على الدر المختار، 2/329؛

الدسوقي، محمد عرفه: حاشية الدسوقي على الشرح الكبير، 2/297

[42]الشافعي، محمد بن ادریس: الأم، 5/58؛

ابن قدامة، عبد اللہ بن أحمد، المقدسي: المغني، 6/682؛

الدسوقي، محمد عرفہ: حاشیۃ الدسوقي علی الشرح الکبیر، 2/302؛

ابن عابدین، محمد امین: حاشیۃ رد المحتار علی الدر المختار، 2/329، 230؛

الکاساني، أبو بکر بن مسعود: بدائع الصنائع في ترتیب الشرائع، 2/275؛

الحطاب الرُّعیني، شمس الدین، محمد بن محمد: مواہب الجلیل، 3/506

[43]اور اس کی دلیل اللہ تعالی کا یہ قول ہے: "وَإِنْ أَرَدتُّمُ اسْتِبْدَالَ زَوْجٍ مَّكَانَ زَوْجٍ وَآتَيْتُمْ إِحْدَاهُنَّ قِنطَارًا فَلَا تَأْخُذُوا مِنْهُ شَيْئًا أَتَأْخُذُونَهُ بُهْتَانًا وَإِثْمًا مُّبِينًا" (النساء(4): 20)

(اور اگر تم ایک بیوی کے بدلے دوسری بیوی بدلنا چاہو اور تم اسے ڈھیروں مال دے چکے ہو تب بھی اس میں سے کچھ واپس مت لو، کیا تم ناحق الزام اور صریح گناہ کے ذریعے وہ مال [واپس] لینا چاہتے ہو)

[44]ابن عابدین، محمد امین: حاشیۃ رد المحتار علی الدر المختار، 2/330؛

الدسوقي، محمد عرفہ: حاشیۃ الدسوقي علی الشرح الکبیر، 2/309؛

ابن قدامة، عبد اللہ بن أحمد، المقدسي: المغني، 6/681

[45]اوقیہ چالیس درہم کا ہوتا ہے۔(الجرجاني علیبن محمد: التعریفات، 1/193)

[46]حدیث: لَوْ كَانَتْ مَكْرُمَةً فِي الدُّنْيَا أَوْ تَقْوَى عِنْدَ اللهِ كَانَ أَوْلَاكُمْ وَأَحَقَّكُمْ بِهَا مُحَمَّدٌ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا أَصْدَقَ امْرَأَةً مِنْ نِسَائِهِ وَلَا أُصْدِقَتْ امْرَأَةٌ مِنْ بَنَاتِهِ أَكْثَرَ مِنْ اثْنَتَيْ عَشْرَةَ أُوقِيَّةً (ابن ماجه، محمد بن يزيد القزويني: سنن ابن ماجه، حديث نمبر 5، 1877/496، كِتَاب النِّكَاحِ، بَاب صَدَاقِ النِّسَاءِ)

[47]حديث: أن رسول الله صلى الله عليه وسلم أعتق صفية بنت حيي، وجعل عتقها صداقها (الترمذي، ابو عيسى، محمد بن عيسى: سنن الترمذي، حديث نمبر 4، 1034/310، كِتَاب النِّكَاحِ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، بَاب مَا جَاءَ فِي الرَّجُلِ يَعْتِقُ الْأَمَةَ ثُمَّ يَتَزَوَّجُهَا)

[48]حدیث: من أعطی في صداق امرأة ملء كفيه سويقا أو تمرا فقد استحل .(ابو داؤد سلیمان بن الاشعث السجستاني : سنن ابي داؤد حدیث نمبر 6، 1805/8، کتَاب النِّکَاحِ، بَاب قِلَّةِ الْمَهْرِ)

[49]حديث: أرضيت من نفسك ومالك بنعلين؟ قالت: نعم، فأجازه (الترمذي، ابو عيسى، محمد بن عيسى: سنن الترمذي، حديث نمبر 4، 1031/305، كِتَاب النِّكَاحِ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، بَاب مَا جَاءَ فِي مُهُورِ النِّسَاءِ)

[50]القرطبي أبو عبد اللہ، محمد بن أحمد: الجامع لأحکام القرآن، 5/101

[51]النساء(4): 20

[52] ابن كثير أبو الفداء إسماعيل بن عمر: تفسير القرآن العظيم، 2/466

[53] القرطبي أبو عبد الله، محمد بن أحمد: الجامع لأحكام القرآن، 5/99

[54] الحاكم، محمد بن عبد الله، النيسابوري: المستدرک علی الصحيحين، حديث نمبر 2، 2728/193، كتاب النكاح

[55] القرطبي أبو عبد الله، محمد بن أحمد: الجامع لأحكام القرآن، 5/99

[56] حديث: أَعْظَمُ النِّسَاءِ بَرَكَةً أَيْسَرُهُنَّ مُؤْنَةً، ابن ابي شيبة، ابو بكر عبد الله بن محمد: المصنف في الاحاديث والاثار، حديث نمبر 16641، 4/189، كِتَابُ النِّكَاحِ، باب مَا قَالُوا فِي مهور النِّسَاءِ وَاخْتِلَافُهُمْ فِي ذَلِكَ

[57] الدسوقي، محمد عرفه: حاشية الدسوقي على الشرح الكبير، 2/309؛

ابن قدامة، عبد الله بن أحمد، المقدسي: المغني، 6/682؛

ابن شهاب الدين، محمد بن أحمد بن الرملي: نهاية المحتاج إلى شرح المنهاج، 6/329

[58] ابن الهمام، السيواسي: فتح القدير، 7/78

[59] البخاري، ابو عبد الله، محمد بن اسماعيل: صحيح البخاري، حديث نمبر 1، 57/61، كِتَاب الْإِيمَانِ، بَاب قَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الدِّينُ النَّصِيحَةُ لِلَّهِ وَلِرَسُولِهِ وَلِأَئِمَّةِ الْمُسْلِمِينَ وَعَامَّتِهِمْ

المصادر والمراجع

1. القران الكريم
2. ابن ابي شيبة، ابو بكر عبد الله بن محمد: المصنف في الاحاديث والاثار، مكتبة الرشد الرياض، الطبعة: الاولى، 1409ھ-
3. ابن القيم، محمد بن أبي بكر، الجوزية: الطرق الحكمية في السياسة الشرعية، المحقق: نايف بن أحمد الحمد: مجمع الفقه الإسلامي، جدة، 1428ھ
4. ابن الهمام، محمد بن عبد الواحد، السيواسي: فتح القدير، دار الفكر، بيروت، س-ن
5. ابن حزم، علي بن أحمد، الظاهري: المحلّى، دار الفكر بيروت، لبنان س-ن
6. ابن رجب، عبد الرحمن بن أحمد، الحنبلي: جامع العلوم والحكم في شرح خمسين حديثا من جوامع الكلم، المحقق: شعيب الأرناؤوط - إبراهيم باجس، مؤسسة الرسالة، بيروت، الطبعة: السابعة، 1422ھ-/2001
7. ابن رجب، عبد الرحمن بن أحمد، الحنبلي: جامع العلوم والحكم في شرح خمسين حديثا من جوامع الكلم، المحقق: شعيب الأرناؤوط - إبراهيم باجس، مؤسسة الرسالة، بيروت، الطبعة: السابعة، 1422ھ-/2001م
8. ابن شهاب الدين، محمد بن أحمد بن الرملي: نهاية المحتاج إلى شرح المنهاج، دار الفكر، بيروت، 1404ھ-/1984م

9. ابن عابدین، محمد امین الشھیر: حاشیة رد المختار علی الدر المختار، دار الفکر للطباعة والنشر والتوزیع، بیروت، لبنان، 1415ھ-/1995م

10. ابن قدامة، عبداللہ بن أحمد، المقدسي: المغني، مکتبة القاھرة، 1388ھ-/1968م

11. ابن قدامة، عبداللہ بن أحمد، المقدسي: المغني، مکتبة القاھرة، 1388ھ-/1968م

12. ابن کثیر أبو الفداء إسماعیل بن عمر: تفسیر القرآن العظیم، المحقق: سامي بن محمد سلامة، دار طیبة للنشر والتوزیع، الطبعة: الثانیة، 1420ھ-/1999م

13. ابن ماجه، محمد بن یزید القزویني: سنن ابن ماجه، مکتب المطبوعات الإسلامیة، حلب، الطبعة: الثانیة، 1406ھ-/1986م

14. ابوداؤد، سلیمان بن الاشعث، السجستاني: سنن ابي داؤد، دار احیاء التراث العربي، بیروت س ن

15. ابوزھرة: ابوحنیفه

16. أحمد إبراھیم بک: المعامل ات الشرعیة المالیة، دار الأنصار، القاھرة، 1355ھ-/1936م

17. أحمد الصاوي: بلغة السالک لأقرب المسالک،

18. أحمد الصاوي: بلغة السالک لأقرب المسالک،

19. البخاري، ابوعبداللہ، محمد بن اسماعیل: صحیح البخاري، دار طوق النجاة الطبعة: الاولی، 1422ھ-

20. الترمذي، ابوعیسی، محمد بن عیسی: سنن الترمذي، دار الدعوة استنبول، 1401ھ-

21. الجرجاني، علي بن محمد: التعریفات، تحقیق: إبراھیم الأبیاري، دار الکتاب العربي-بیروت، الطبعة الأولی، 1405

22. الحاکم، محمد بن عبداللہ، النیس ابوري: المس تدرک علی الصحي حین، تحقیق: مصطفی عبدالقادر عطا، دار الکتب العلمیة-بیروت، الطبعة: الأولی، 1411ھ-/1990م

23. الحطاب الرُّعیني، شمس الدین، محمد بن محمد: مواھب الجلیل، دار الفکر، بیروت، لبنان، 1398ھ-

24. الخوان ساري، موسی، النج في: منیة الطالبفي حاشیة المکاسب، المطبعة المرتضویة في النجف، 1357ھ-

25. الدسوقي، محمد عرفه: حاشیة الدسوقي علی الشرح الکبیر، تحقیق: محمد علیش، دار الفکر، بیروت، لبنان، س-ن

26. الزیلعي، عثمان بن علي: تبیي ن الحقائق شرح کنز الدقائق، دار الکتاب الإسلامي، القاھرة، 1313ھ-

27. السّرخسي، محمّد بن أبي سھل: المبسوط، تحقیق: خلیل محي الدین المیس، دار الفکر للط باعة والنشر والتوزیع، بیروت، لبنان، الطبعة: الأولی، 1421ھ- /2000م

28. سعدي أبو جیب: القاموس الفقھي لغة واصطلاحا، دار الفکر، دمشق، الطبعة الثانیة 1408/1988م

29. الشاطبي، إبراھیم بن موسی: الموافقات في أصول الفقه، تحقیق: عبداللہ دراز، دار المعرفة، بیروت، لبنان، س-ن

30. الشافعي، محمد بن إدریس: الأم، دار المعرفة، بیروت، لبنان، 1393ھ-

31. الطبراني، ابو القاسم، سليمان بن احمد: المعجم الكبير، مكتبة العلوم والحكم-الموصل، الطبعة الثانية، 1404ه-/1983م

32. عبد الله، محمد، الدكتور: مقالة "انتزاع الملكية للمصلحة العامة" مجلة مجمع الفقه الإسلامي (التابعل منظمة المؤتمر الإسلامي)

33. فتاویٰ قاضي خان (حاشیه فتاويٰ هنديه) مطبع نول كشور س-ن

34. القرطبي، أبو عبد الله، محمد بن أحمد: الجامع لأحكام القرآن، دار احياء التراث العربي بيروت، لبنان، الطبعة: الثانية، 1405ه-/1985م

35. القليوبي، الحجازي: رسالة،

36. الكاساني، أبو بكر بن مسعود: بدائع الصنائع في ترتيب الشرائع، دار الكتب العلمية، بيروت، لبنان، الطبعة: الثانية 1406ه-/1986م

37. لجنة مكونة منعدة علماء وفقهاء في الخلافة العثمانية: مجلة الاحكام العدلية، المحقق: نجي بهواويني، نور محمد، کارخانہ تجارتِ کتب آرام باغ، کراتشي

38. مالک بن أنس، الامام: المدونة الكبرى، دار صادر، بيروت، لبنان، س-ن

مسلم بن الحجاج بن مسلمالق شيري: صحیح مسلم، دار السلام الرياض، 2002م